

نوحہ

جیڑی لوڑھی چیز لھا گھن توں آرام دے نال جمال

نوحہ خواں:- منتظرین امام زمانہ عج

ابرار حسین زوار تنویر حسین

چھ محرم الحرام 2022ء بمقام ملیار

ریاستِ اسلامیہ

ترجمہ

اَلاِمامۃ والشیعۃ

تالیفِ منیف

حضرت فقیہ آلِ محمد مجاہد الملۃ المرجع الدینی آیۃ اللہ العظمیٰ علامہ السید عبداللہ الشیرازی

الموسوی النجفی اعلی اللہ مقامہ

مترجم

مولانا غلام اکبر صاحب مولوی فاضل سلطان الافاضل

ناشر تنظیم فدایانِ قائمِ آلِ محمدؐ امام بارگاہ کوٹ مومن ضلع سرگودھا

ہدیہ ۵ روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً

ترجمہ: جو شخص مر گیا اور اس نے اپنے امام کو نہ پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

(حدیثِ رسولؐ)

ریاست اسلامیہ

ترجمہ

الامامۃ والشیعۃ

تالیفِ منیف

حضرت فقیہ الامت مجاہد الملۃ المرجع الدینی آیۃ اللہ العظمیٰ علامہ السید عبداللہ الشیرازی

الموسوی النجفی اعلی اللہ مقامہٗ

مترجم

مولانا غلام اکبر صاحب مرودی فاضل سلطان الافاضل

ناشر: تنظیم فدایانِ قائمِ آلِ محمدؐ امام بارگاہ کوٹمومن ضلع سرگودھا

ہدیہ ۵ روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض حال

حسن اتفاق سے مجھے ایک مختصر سا رسالہ ملا جس کا عنوان تھا "الامامۃ و الشیعہ" عنوان پیارا تھا۔ میں نے مولف کا نام دیکھا تو اس کے مولف حجۃ الاسلام مجاہد الملت فقیہ الامت مرجع الدین ملاذ المومنین جناب السید عبداللہ الموسوی الشیرازی النجفی نظر آئے۔

ذوق نے انگڑائی لی، طبیعت مچل آئی، محبت کے جذبات ابھرے مطالعہ کرنے کے لئے آنکھوں نے رغبت کی دل مائل ہوا عنوان محبوب تھا۔ مولف مرغوب تھا نہایت ذوق وشوق سے مطالعہ کیا، کیا دیکھا؟ امامت پر سیر حاصل تبصرہ ہے۔ حدیث مبارک من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ الجاھلیۃ کی ایسی توضیح و تشریح ہے کہ آئمہ اثنا عشر علیہم السلام کی امامت ثابت اور ان کے مخالفین کی ضلالت واضح حدیث مشہور تھی مگر اس میں پوشیدہ اسرار و رموز عام آنکھوں سے اوجھل اور عام ذہنوں سے پنہاں تھے۔ اسی حدیث کے تحت مؤلف مرحوم نے وہ دلائل و براہین پیش کئے اگر منصف مزاج تعصب و عناد کو برطرف رکھ کر اس کا مطالعہ کرے تو شبہات و شکوک کے پردے حقائق کے چہروں سے سرک جائیں اور قمر امامت بادلوں کی اوٹ سے نکل کر انصاف بین نگاہوں کے سامنے پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہو یہ گنجینۂ حقائق عربی میں تھا عام مسلمان اس سے فائدہ حاصل نہ کر سکتے تھے جذبات ایمانی نے مجھے اس کا ترجمہ کرنے پر مامور کر دیا۔ گو وہ لطف جو اصل عبارت میں ہوتا ہے۔ ترجمہ میں نہیں آسکتا مگر میں نے کوشش کی ہے کہ الفاظ و جملوں کا اصلی مزہ برقرار رہے۔

سو یہ ترجمہ آپ حضرات کے سامنے ہے۔ دعوت مطالعہ دیتا ہوں صرف پڑھ لینا کافی نہیں غور و فکر کرنے کی ضرورت کی طرف متوجہ کرتا ہوں اور کما حقہ اس اس سے نفع حاصل کرنے کی اپیل کرتا ہوں۔ آخر میں دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جمیع مسلمین کو اس سے متمتع ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

خادم قوم

غلام اکبر خان بلوچ

(فاضل عربی)

اظہارِ تشکّر

جن حضرات نے اس رسالۂ مفیدہ کی طباعت و اشاعت میں دلچسپی لے کر مالی امداد کی ہے اس کی جزا تو انہیں حضرات آئمہ معصومین علیہم السلام کی طرف سے ملے گی۔

تاہم پھر بھی ہم ان کے شکر گزار ہیں اور ان کی دینی و دنیوی سعادتوں کے لئے دُعا گو ہیں۔

منجانب

اراکینِ تنظیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ صداقت حفیظ

از حجۃ الاسلام مولانا محمد حسین صاحب ناظمی لکھنوی ممتازالافاضل

مسئلہ امامت وخلافت مسلمانوں میں معرکۃ الآرا مسئلہ رہا ہے۔ اس کی ضرورت واہمیت سے انکار ممکن نہیں، حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد آئمہ اور خلفاء کے بارے میں خود ارشاد فرمایا ہے کہ میرے بعد دین کے نگہبان، شریعت کے پاسبان احکام اسلام کے حکمران بارہ کی تعداد میں ہوں گے اور ان کے مقام ومرتبہ سے آگاہ فرمایا کہ جس مسلمان نے اپنے زمانے کے امام کی معرفت حاصل نہ کی وہ جاہلیت کی موت مرا جس طرح کہ توحید کا اذعان نبوت کا ایقان ضروری ہے اسی طرح بعد از نبی امام امت کا عرفان بھی لازمی ہے جس طرح کہ معرفتِ معبود سے عاری نبوت کی تصدیق سے محروم کفر کی تاریکیوں میں ڈگمگاتا پھرتا ہے۔ اسی طرح امام زمانہ کی پہچان کے بغیر (باوجودیکہ توحید ونبوت پر ایمان رکھتا ہو) جاہلیت کے گہرے گڑھے میں گرکر ذلت کی موت مرتا ہے۔

حدیث مسلّم ہے لیکن مصداق متنازعہ فیہ ہے۔ متن کا اعتراف ہے لیکن تشریح مختلف فیہ ہے۔

قابل تحسین اور موجب تسکین ہیں۔ حجۃ الاسلام والمسلمین عماد العلم والیقین ماہر علوم الشریعت والدین عمدۃ المتکلمین جناب السید عبداللہ الشیرازی نور اللہ مرقدہ جنہوں نے اس الجھے ہوئے مسئلے کو سلجھایا کم فہموں کو سمجھایا چہرۂ حق سے پردہ ہٹایا اور حدیث من مات ولم یعرف کی اس طرح وضاحت

اور تشریح کی کہ باطل دب گیا حق ابھر آیا۔ اسی حدیث مبارک سے آئمہ اثنا عشر سلام اللہ علیہم کی امامت اس روشن دلیل سے ثابت فرمائی اور آئمہ باطل اور خلفاء ضلالت کی یوں تردید کی کہ شکوک شبہات کے پردے چاک ہو کر رہ گئے باطل کی ظلمت کافور ہو گئی اور حق کی تجلّی نے جادہ صداقت کو روشن کر دیا۔

یہ رسالہ اگرچہ بہت مختصر ہے مگر مطلب نہایت واضح ہے۔ اس کتاب منیر کا ایک ایک جملہ ضخیم کتاب کا مطلب پیش کر رہا ہے اس کی سطروں میں طولانی تصنیفات پوشیدہ ہیں۔ احقاق حق اور ابطال باطل میں اس مختصر رسالہ نے وہ کردار ادا کیا ہے جو بڑی بڑی کتابیں نہ پیش کر سکیں۔ یہ رسالہ اگرچہ ایک کوزہ ہے مگر اس میں کئی سمندر ٹھاٹھیں مار رہے ہیں۔ ہر مسلمان کو اس ہادی حق رسالہ کا مطالعہ کرنا چاہیئے اور تعصب و عناد کو برطرف رکھ کر صاف دل اور طبع سلیم کے ساتھ اس کے مطالب پر غور کرنا چاہیئے۔

ہماری طرف سے اللہ سبحانہ تعالیٰ اس کے مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور انہیں ساحات فردوس باغات نعیم میں سیر کرائے اور کوثر و سلسبیل کے چشموں سے سیراب اور آئمہ علیہم السلام کی صحبت میں باریاب فرمائے۔

اس کے مترجم فاضل جلیل جناب مولانا غلام اکبر صاحب آف کوٹ مومن نے ایسا ترجمہ کیا ہے کہ مصنف کے جذبات اور اصل کتاب کے اثرات بالکل نمایاں ہو گئے ہیں۔

مترجم موصوف نے ترجمہ کر کے مسلمانوں پر احسان کیا ہے اور ارواح آئمہ علیہم السلام کو مسرور و شادان کیا ہے

محمد حسین ممتاز الافاضل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَن مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهِ مَاتَ مِيتَةً الْجَاهِلِيَّةِ (حدیث نبوی)

جو شخص مر گیا اور اس نے اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ

جبکہ یہ رسالتِ اسلامیہ (آنحضرتؐ کی نبوت و رسالت) تمام سابقہ آسمانی رسالتوں کو ختم کرنے والی تھی جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوع بشر کو ہدایت کرنے کے لئے اور سعادت و کمالِ حقیقی تک پہنچانے کے لئے آئی تھی تو قدرتی تقاضا یہ تھا کہ یہ رسالتؐ انسان کے تمام دنیوی و اُخروی حالات کو منظم کرنے کی ذمہ دار ہو اور یہ بھی قدرتی امر ہے کہ دستورِ اسلامی مسئلہ قیادت و امامت۔ و رہنمائی کا تعین کرے جو کہ اسلام کی دائمی زندگی کی نگہبان ہے اور اس کی جاری تحریک انسان کو انسان بنانے اور اس کی تربیت کی ذمہ دار ہے اور انسان کو اپنی بہت بڑی ذمہ داری کو اس دنیا میں ادا کرنے کے لئے تیار کرے۔ اس واسطے اس بنیادی کام کو چھوڑ دینا اور اپنے بعد امام کا تعین نہ کرنا یہ رسولؐ مقبول کی طرف سے نہیں ہے بلکہ انہوں نے (صلی اللہ علیہ وسلم) تو اپنی پوری جدوجہد اس طرف خرچ کر دی اور کیا یہ کوتاہی (اپنے بعد امام کا تعین نہ کرنا) شارع حکیم کی طرف سے ممکن ہے!

رسولِ اعظم نے مسئلہ قیادت و امامت پر سینکڑوں مقامات پر مناسب الفاظ میں نص فرمائی ہے تاکہ اس بنیادی ستون سے چشم پوشی نہ ہو سکے اور امت اپنے حقیقی مقاصد کی طرف حرکت کرنے سے محروم نہ رہے اور بارہا تاکید فرمائی کہ امامت نبوت کے بعد اس کی تعلیمات و ہدایات کو جاری رکھنے والی ہے۔ اس میں نفسانی خواہشات اور انفرادی و اجتماعی رغبتوں کو کوئی دخل نہیں ہے یعنی کوئی فرد بشر یا گروہ اپنی خواہشات سے امام نصب نہیں کر سکتا بلکہ ضروری ہے کہ کسی نص کا سہارا لے

۹

اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نامزدگی کو تسلیم کرے اور اگر تجھے اس بارے میں کوئی شک ہے تو علامہ سید ہاشم بحرانی کی کتاب غایۃ المرام والحجۃ الخصام فی اثبات الامامۃ عن طریق الخاص والعام کا مطالعہ کرے کہ وہ تجھے بتائے گی کہ یہ موضوع امامت دونوں فریقوں کے نزدیک (شیعہ سنی) اس حد تواتر تک تو پہنچا ہے کہ جہاں شک کا شائبہ نہیں رہتا اور مسئلہ امامت دوسرے اعتقادی مسائل کی طرح علمی بحثوں اور تنازعات کا گذشتہ صدیوں سے موضوع بنا رہا ہے اور بہت بڑی ضخیم کتابیں اس بارے تالیف کی گئی ہیں اور علماء فریقین کی بہت بڑی تعداد علمی بحثوں اور گہری تنقیدوں کو لے کر کھڑی ہوگئی اس بارے میں کتاب "الشافی فی الامامۃ" کوظ پہ المعتزلی نے سید مرتضیٰ کی کتاب "الشافی" کے جواب میں "نقض الشافی" کتاب لکھی لیکن "الشافی" کا جواب نہ لکھ سکا اور سید مرتضیٰ بھی خاموش نہ رہ سکے بلکہ اپنے ایک شاگرد سلار بن عبدالعزیز الدیلمی کو حکم دیا کہ نقض الشافی کا جواب لکھیں یعنی بنام "نقض نقض" الشافی اور شیخ الطائفہ محمد بن الحسن نے "الطوسی الشافی" کی تلخیص اور بابوں کی شکل میں ترتیب دی اور اس کا نام "تلخیص الشافی" رکھا اور نمونہ دیکھنا ہو تو علامہ حلی کی کتاب "منہاج الکرامۃ" اور ابن تیمیہ کی کتاب "منہاج السنۃ" کو دیکھو تو اس مسئلے میں بہت سے علمی مضبوط مناظرے ان دونوں عالموں کے درمیان پائے گا جو اپنے مذہب اور فن میں طاقتور ہیں علاوہ ازیں اس مسئلہ امامت میں بہت سی کتابیں ایک دوسرے کے رد میں لکھی گئی ہیں اور ہمارے علماء متقدمین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنی تمام تر کوششیں مذہب کے اس بنیادی ستون کی مرکزیت پر خرچ کر دیں اور اپنی تمام طاقتیں اس صحیح عقیدہ پر حملوں کے دفاع کے لئے فارغ کر دیں۔ پس اس ایک موضوع پر دس دس ضخیم جلدیں مرتب ہو گئیں جیسے

جو دیکھو جس میں سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے قاضی عبدالجبار کی کتاب "المغنی فی الامامت" کی تردید کی ہے یعنی یہ

"الغدیر" اور "عبقات الانوار"، "احقاق الحق"، "دلائل الصدق"، "المراجعات" وغیرہ اور یہ حاضر کتاب اسی سنہری سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ جو اشارہ کرتی ہے کہ اس عالم کے اہتمام کی غرض و غایت کی طرف جو ایک مضبوط "نقیب" اور اصولی عالم محقق (اعلی اللہ مقامہ) کیا اور مرجع دینی کامیاب مناظر جناب آیۃ اللہ العظمیٰ سید عبد اللہ شیرازی نور اللہ مرقدہ و طاب ثراہ میں اعتقادی پہلو پر ان کا بیشتر زور رہا ہے۔ اور اس عقیدہ سے دفاع اور اس کی نصرت اور حمایت پر اپنی تمام فرصتیں خرچ کر دیں، اور موصوف نے اس فن میں ایک نیا دستر اختیار کیا ہے۔ کہ انھوں نے پرانے استدلال چھوڑ دیئے۔ اور اس ایک حدیث سے استدلال کو پسند کیا، اور اسی حدیث سے انھوں نے مسئلہ امامت کو حل کیا ہے۔ اور وہ حدیث یہ ہے۔ مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ إمَامَ زَمَانِهِ مَاتَ مِيتَةً الْجَاهِلِيَّةِ

جبکہ انھوں نے ایسے مختصر راہ کا قصد کیا ہے۔ جو باوجود مختصر ہونے کے مطلوب تک پہنچنے میں زیادہ واضح ہے۔

منجانب: ہیئت علمیہ مشہد مقدس ایران۔

آغازِ بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی خیر خلقہ واشرف بریتہ محمد والہ الطیبین الطاہرین وعلی اصحابہ المنتجبین

اما بعد یہ بات ہر ایسے عاقل پر مخفی و پوشیدہ نہیں جو اپنے امور اور حالات میں عقل کو حاکم بناتا ہے یعنی عقل کے ماتحت چلتا ہے اور ہر بات میں عقل کو رہنما بناتا ہے بلکہ ہر انسان بہر جو انصاف پسند ہے اور شعور و وجدان رکھتا ہے کہ ہر زمانہ میں ایسے امام کا وجود ضروری ہے جو امت کے تمام معاملات کی دینی حیثیتوں سے نگہداشت کرے امت کو جن احکام کی تکلیف دی گئی ہے عبادات ہوں سیاسات حدود دیات (خون بہا) وراثت کے امور اقتصادیات اجتماعیات وغیرہ کا مکمل علم رکھتا ہو اور حقیقت اسلام کو ثابت کرنے اسلام کے علاوہ باقی ادیان کو باطل کرنے ختم رسالت اور کفار کے ساتھ مناظرہ میں دلیل پیش کرنے ان کے استدلال کو رد کرنے کفار کے تمام فرقوں

یہودی ہوں یا نصرانی ، مجوسی ہوں یا ملحد ، ان کے ساتھ مناظرہ کرنے اور انہیں شکست دینے پر قدرت رکھتا ہو۔ اسی طرح تمام باطل مذہبوں کو باطل کرنے اور معترضین اور اشکال کرنے والوں کے شبہات کو رد کر سکے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کہ حضورؐ کے بعد ان کے بعد متصل زمانہ میں سوائے علیؑ ابن ابی طالب کے کوئی شخص ان صفات کے ساتھ متصف نہ تھا اور نہ کوئی ایسی صفات کا دعویدار تھا اس واسطے کوئی شبہ نہیں کہ علیؑ ہر لحاظ سے تمام اصحاب سے زیادہ علم والے تھے۔ اور اگر علیؑ کو سب صحابہ سے اعلم نہ مانا جائے تو حضورؐ پاک کے یہ ارشادات جھوٹے ثابت ہوتے ہیں۔ انا مدینۃ العلم و علی بابھا فمن اراد العلم والحکمۃ فلیا تہا من بابھا علی اقضاکم۔ (ترجمہ) میں علم کا شہر ہوں اور علی علیہ السلام اس کا دروازہ ہیں۔ جو علم و حکمت حاصل کرنا چاہے وہ اسی دروازہ سے آئے۔ علیؑ تم میں سے بہت بڑا قاضی ہے۔

اور جناب امیر علیہ السلام کی اپنی تکذیب لازم آتی ہے جبکہ آپ نے فرمایا سلونی قبل ان تفقدونی فانی اعرف لبطرق السماء من طرق الارض

پوچھ لو مجھ سے قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ کیونکہ بے شک میں زمین کے راستوں سے آسمان کے راستوں کو زیادہ جانتا ہوں اور اس کے علاوہ بہت سی اخبار و آثار میں علیؑ کے علم ان کی حکمت اور تمام علمی فنون میں ان کا ماہر بے مثال ہونا وارد ہے جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے یہاں تک کہ خلیفہ ثانی نے کئی بار کہا لولا علی لھلک عمر اور کہا لا ابقانی اللہ لمعضلۃ لیس فیھا ابو الحسن۔

اللہ مجھے باقی نہ رکھے کسی ایسی مشکل کے لئے جس میں ابوالحسن کی مشکل کشائی نہ ہو۔

۱۔ الغدیر للامینی و غایۃ المرام للبحرانی

۲۔ حلیۃ الاولیاء جلد ۱ ص ۶۵ الاستیعاب ج ۴ ص ۳۸۔

الریاض النضرۃ ج ۲ ص ۱۹۸ ، ۲۴۴

۳۔ جامع بیان العلم لابن عمر ج ۱ ص ۱۱۴ فتح الباری ج ۸ ص ۴۸۵
تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۱۲۴

۴۔ صواعق محرقہ ص ۱۲۵

۵۔ الغدیر الامینی ص ۹۷ - ۱۰۰

اور اسی طرح جناب امیرؑ تمام صحابہ اور تمام امت سے زیادہ بہادر تھے۔ اس پر بھی تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اور تمام لوگوں سے سببی اور نسبی رشتہ میں رسولؐ کے زیادہ قریب تھے اس بارے میں شجاعتِ شب ہجرت بستر نبی پر سونا اور خیبر و خندق کے معرکے کافی گواہ ہیں۔ اسی طرح تمام صفات حمیدہ میں جناب علیؑ یکتا تھے سوائے صفت بڑھاپے کے جس کو امامت اور دینی ریاست میں کوئی دخل نہیں (یہ رد ہے ان لوگوں کا جو کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا امیر بوڑھے آدمی کو ہونا چاہیے۔ کیونکہ بڑھاپے میں عقل کامل ہوتی ہے اور تجربہ زیادہ ہوتا ہے) اگر امارت کے لئے بڑھاپا شرط ہوتا تو حضورؐ اسامہ بن زید کو نوجوانی کی حالت میں ان بڑے صحابہ جن میں شیخین بھی تھے امیر نہ مقرر کرتے جنگ تبوک میں اور امامت و خلافت سے زیادہ اہم امر نبوت ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے خلافت و ریاست عامہ بعض نبیوں کو عطا فرمائی جبکہ وہ صغیر السن تھے جیسے حضرت عیسیٰ و حضرت یحییٰ علیہم السلام۔

اللہ تعالیٰ حضرت یحییٰ کے بارے فرماتا ہے وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۔ اور ہم نے ان کو قوت فیصلہ عطا کی جبکہ وہ بچے تھے (سورۃ مریم)

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی زبان سے کہلوایا ہے إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا سورۃ مریم میں اس اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا ہے۔ یہ کلام انہوں نے ماں کی گود میں کیا۔

پس عقل کا فیصلہ اس بات کو متعین کرتا ہے (قطع نظر نقل سے اور قطع نظر اس بات سے کہ امامت کے بارے میں نصِ نبیؐ کا ہونا ضروری ہے اور قطع نظر اس بات سے کہ سوائے علیؑ کے کسی غیر کو امام معین نہیں کیا۔ اور اس پہ مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ امام صرف حضرت علیؑ ابن ابی طالب ہیں اور اسی بارے میں خلیل کہتا ہے کہ کل امت کا محتاج ہونا اور حضرت علیؑ کل سے بے نیاز ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ علیؑ امام الکل ہیں جس طرح کہ امت کا اجماع غیر کی خلافت پہ ثابت نہیں ہوسکا۔ اگر فرض محال اس حدیث کو تسلیم بھی کر لیا جائے لاتجتمعُ امتی علی الخطاء (میری امت خطا پہ جمع نہیں ہوسکتی)

کیونکہ واضح ہے کہ ابوبکر کی خلافت پر اجماع حاصل نہیں ہوسکا اس واسطے کہ بنی ہاشم جن میں خود علیؑ بھی تھے اور بزرگ صحابہ کافی تعداد میں ابوبکر کی بیعت سے باز رہے۔ اور وہ بیعت جبر و رجبر بدرجہ حکومت کے خوف اور تلوار کے ڈر سے بڑھتی گئی حالانکہ اسی اثناء میں صحابہ کی ایک جماعت بغیر بیعت کئے وفات پاگئی وہ بیعت اجماع کو ثابت نہیں کرسکتی کیونکہ اجماع کا مطلب اگرچہ وہ اجماع اہل حل و عقد سے ہی ہو۔ یہ ہے کہ ایک ہی وقت اور ایک ہی زمانے میں قائم ہو۔

مختلف زمانوں میں اجماع کا قیام اس بات کو لازم کرتا ہے کہ جو شخص اس مدت میں مرگیا وہ امام کی بیعت کے بغیر۔ اور یہ تمام چیزیں عقلی تقاضا ہیں۔

پس مرکزی نقطہ امر رسالت یہ ہے کہ حضورؐ پاک کے فرمان کے مطابق (من مات ولم یعرف) اس حدیث کا مصداق متعین کیا جائے پس ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کا مقتضیٰ یہ ہے کہ حضورؐ نبی پاک کے بعد اگر امام علیؑ نہ ہوں تو لازم آئے گا کہ معاذاللہ ثم معاذاللہ جناب سیدۃ النساء فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا جہنم میں داخل ہوں کیونکہ انہوں نے ابوبکر کی امامت کو نہ جانا اور نہ پہچانا

اور نہ مانا بلکہ اس کا انکار کیا اور اس پر ناراض ہو کر اس دنیا سے رخصت ہوئیں جس پر اہل حدیث اور اہل سیر و تواریخ کا اتفاق ہے اور اس کی تصریح امام بخاری وغیرہ نے اپنی کتابوں میں کی ہے کیا یہ ہو سکتا ہے کہ جناب سیدۃ النساء علیہا السلام امام زمانہ کی معرفت کے بغیر معاذ اللہ ثم معاذ اللہ جہنم میں جائیں؟ حالانکہ وہ روز قیامت لوگوں کی شفاعت کریں گی جیسا کہ فریقین کے درمیان متفقہ حدیثیں ان کے شفیعہ ہونے کی شہادت دیتی ہیں۔ اور یہی حال ہے ان لوگوں کا جنہوں نے بیعت نہیں کی تھی اور بیعت سے پہلے اسی دنیا ناپائیدار سے رحلت کر گئے تھے اور جب جناب علیؑ کی امامت زمانہ خلافت حضرت ابوبکرؓ میں ثابت ہو گئی تو عمر ابن خطاب کے زمانہ میں بھی امیر علیہ السلام امام ہیں کیونکہ جناب امیرؑ علیہ السلام کی امامت حضرت عمرؓ کے زمانہ میں حضرت امیر علیہ السلام سے جدا نہیں ہوئی کیونکہ کوئی وجہ نہیں حضرت علیؑ سے خلافت سلب ہو جائے کوئی مسلمان بھی اس بات کا قائل نہیں کہ بعد از نبی حضرت علیؑ کی امامت ثابت ہونے کے بعد جدا ہو جائے قطع نظر اس کے کہ اور بہت سی دلیلیں جناب امیر علیہ السلام کی امامت مطلقہ کو ثابت کرتی ہیں۔

خلیفۂ ثانی اور فتوحات

اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ خلیفۂ ثانی نے اسلام کو قوت دی کیونکہ بہت سے ملک فتح کئے اور کفار و مشرکین دین اسلامی میں داخل ہوئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی فتوحات ملکی سے انکار نہیں لیکن یہ فتوحات ان کی امامت کی دلیل نہیں بن سکتیں کیونکہ تاریخ قدیم بہت سے بادشاہوں کی فتوحات

سوا ہو کر کرتی ہے جیسے فارس اور روم کے بادشاہ اور مصر کے فراعنہ اور معلوم ہے کہ ان میں سے جو بادشاہ کسی ملک پر غلبہ حاصل کر لیتا تو اس ملک میں اپنا دین رائج کر دیتا تھا یہ سیاسی عوامل کی بنا پر تھا یا اعتقادی جڑیں مضبوط کرنے کیلئے جس طرح کہ فارس کے بعض بادشاہوں نے زرتشت اور مجوسیت کا دین جاری کر دیا علاوہ ازیں دین کی خدمت اور اسلامی فخر اور مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ اس صورت میں قابل قبول ہے جو صاحب شریعت شارع اسلام کے مزاج کے مطابق ہو اور ان کی نظر میں پسند ہو لیکن جو دین کی خدمت اور قوت رسول اعظمؐ کے نزدیک ناپسندیدہ ہو تو وہ باعث فخر اور قابل عزت نہیں ہے اس حال میں ناپسندیدہ مسلمانوں سے کسی خیر کی امید نہیں یہ تو وہی مسلمان ہیں جو رسولؐ کے بڑے سبط امام حسنؑ کو زہر دیتے ہیں اور چھوٹے نواسے امام حسینؑ کو قتل کرتے ہیں جبکہ وہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں دختران رسولؐ کو قید کرتے ہیں اور سر حسینؑ سمیت شہداؑ کے سروں کو اسیروں کے آگے آگے نیزوں پر اٹھاتے ہیں۔ اور شہر بہ شہر پھراتے ہیں (ایسے مسلمان فتوحات ملکی کی بدولت دین اسلام میں داخل ہوتے ہیں) کیا ان کے عمل میں کوئی شرف ہے؟ جو قابل اعتبار ہو اور ان کی کثرت نظر اسلام میں کوئی وقعت رکھتی ہے؟

اور اسی وجہ سے ان ہی امور نے ان کے فعل میں تردید کر دی۔ ان نصرانیوں کے سامنے جو بعض مشاہد میں موجود تھے یہاں تک کہ بعض نصرانی روس شہداء سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے۔

کیا معاویہ بن ابی سفیان کا مسلمانوں پر حاکم مسلط کرنا اور بنی امیہ کو طاقت دینا وہ بنو امیہ جنہوں نے دین کے ستون گرا دیئے اور خلافت کو ملوکیت

کے ساتھ تبدیل کر دیا اور ایسے گروہ کی طرف سے صفائی پیش کرنا جس گروہ کو قرآن پاک نے شجرۂ ملعونہ سے تعبیر کیا ہے اور حضورؐ پاک کی طرف سے ان کی حکومت کے بارے میں مذمت وارد ہوئی ہے۔ اسلام کو عزت اور قوت دینا ہے۔

اگر خلافت ظاہریہ اور قدرت تامہ نبیؐ کے بعد علیؑ کے قبضہ میں آجاتی تو فتوحات بھی کثرت سے ہوتیں اور اسلام میں داخل ہونے والے مفتوحہ ممالک کے آدمی سچے اور صحیح مسلمان ہوتے طریقہ رسولؐ پر ہوتے اور اللہ کے پسندیدہ ہوتے بیت المال کی تقسیم مسلمانوں کے درمیان مساوات کی حد پر ہوتی اور طلحہ و زبیر اور ان جیسوں کے ساتھ جناب امیر کا سلوک ثابت کرتا ہے کہ وہ کسی کو بھی ضعیفوں اور فقیروں سے زیادہ حصہ نہ دیتے اور مسلمانوں کو تمام دینی امور کی تعلیم دیتے اور تمام علوم کے دروازے ان کے لئے کھول دیتے کیونکہ وہ شہر علم نبیؐ کے دروازے تھے۔ جناب امیر کی جانب کوفہ کے منبر پر کئی بار اعلان کیا گیا کہ سلونی قبل ان تفقدونی الخ۔

بعض مستشرقین سے منقول ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم جناب علیؑ ابن ابی طالب کے زمانہ میں ہوتے تو ان تمام علوم کے متعلق ان سے سوال کرتے جو علوم اب ہمارے زمانہ میں پیدا ہو چکے ہیں جیسے فلکیات طبیعات وغیرہ اور وہ علمی تحقیقات اس سے زیادہ بڑھا کر نقل کرتے جو ہم ان سے حاصل کرتے کتنے افسوس کی بات ہے کہ لوگوں نے ایسے دقائق و حقائق کا سوال نہ کیا اور اپنے سر کے بالوں کی تعداد پوچھی۔

اختلاف وافتراق

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اگر جناب امیرؑ صحیح امام اور برحق خلیفۃ المسلمین تھے تو خلافتِ ظاہریہ پر جب خلیفہ چہارم بنے تو انہوں نے فتوحات کیوں نہ حاصل کیں۔ غیر مسلم ممالک کو کیوں نہ قبضہ میں لیا بلکہ خلافت عثمان ختم ہونے کے بعد ان کے دور میں خود مسلمانوں میں پھوٹ پڑ گئی جو کہ عہد خلفاء ثلاثہ میں اس قدر نہ تھی۔

الجواب :- ہم کہتے ہیں یہ اشکال حجۃ الاسلام الغزالیؒ نے "احیاء العلوم" میں وارد کیا ہے ان کا بیان ہے کہ امامت کی تعریف یہ ہے کہ امامت ایک عام حکومت ہے اُمت کے تمام حالات میں دینی اور دنیاوی حیثیت اور مسلمانوں کی شیرازہ بندی سے اور حال یہ ہے کہ مسلمانوں میں گروہ بندی اور اختلاف خود علیؑ ابن ابی طالب کی خلافت میں پیدا ہوا ہے۔ لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ یہ اختلاف وافتراق ان دین کے رہنماؤں کی طرف سے جو خلافت کو مسلکِ رسول اعظمؐ پر چلانا چاہتے تھے ان کی طرف سے پیدا ہوا یا ان دنیاداروں کی طرف سے جو مادی خواہشات اور ہوائے نفسانیہ کے پیروکار مسلمانوں کی طرف سے کیونکہ سب سے پہلا اختلاف جو مسلمانوں میں وقوع پذیر ہوا اس کا منشاء و منبع ام المومنین حضرت عائشہؓ اور زبیر طلحہ تھے اور یہی جنگ جمل کا سبب تھے باوجود یکہ حضرت عائشہؓ کو قرآن مجید میں گھر میں رہنے اور باہر نہ نکلنے کا حکم ہوا ہے اور جناب نبی پاکؐ نے حضرت عائشہ کو بتا دیا تھا کہ تم گمراہی کے طریقہ پر نکلے گی اور جنگ میں شرکت کرے گی

اور انہیں بھی بتادیا تھا کہ مقام الحواب کے کتے تجھ پر بھونکیں گے اور تو گمراہی پر ہوگی۔

طلحہ و زبیر دونوں کی گردنوں پر بیعت حضرت علیؑ ابن ابی طالب کا قلادہ تھا اور ان کے لیے اسی امام زمانہ کی بیعت توڑنے کا کوئی جواز نہ تھا جس امام کی حکومت پر تمام مسلمانوں کا رضا و رغبت سے اتنا اجماع ہو چکا تھا اتنا کسی دوسرے خلیفہ کی خلافت پر نہیں ہوا تھا۔ ان دونوں نے رضا و رغبت کے ساتھ بیعت کرنے کے بعد بیعت کو توڑ ڈالا اور اجماع مسلمین کی مخالفت کی اور امام عادل کو چھوڑ گئے۔

اور اسی وجہ سے زبیر میدان جنگ چھوڑ گیا جب اسے معلوم ہوا کہ میں حق سے منحرف ہوں اور گمراہی میں مبتلا ہوں تو اس حال میں خلافت علیؑ اختلاف و افتراق کا منشاء نہیں بلکہ اس کا بنیادی عمل لوگوں کی خواہشات باطلہ اور ہوائے دنیا کی پیروکاری ہے اور یہ کوئی واحد مثال نہیں ہے اکثر انبیاء اور اوصیاء کی امتیں خواہشات نفسانی کی پیروی کرتے ہوئے نافرمان ہو گئیں اکثر انبیاء کی دعوت کے بعد ان کی امتیں فرقہ بندی کا شکار ہوتی رہیں (حضرت عیسٰیؑ کی امت کے بہتر اور حضرت موسیٰؑ کی امت کے اکہتر فرقے بنے کیا ان دونوں نبیوں کی امتوں کی فرقہ بندی کا سبب حضرت عیسٰیؑ اور حضرت موسیٰؑ تھے) اکثر پیغمبروں کی امتوں میں پھوٹ پڑتی رہی اور بسا اوقات مخالفین کی تعداد معاونین سے بڑھ کے رہی تو کیا اس فرقہ بازی کی نسبت انبیاء علیہ السلام کی طرف سے دی جا سکتی ہے۔ اور اگر فرض محال انبیاء کو فرقہ بندی اور اختلاف کا موجب قرار دیا جا سکتا ہے تو پھر علیؑ کو بھی بے شک باعث اختلاف سمجھ لیا جائے۔

معاویہ اور مخالفت

پھر دوسرا افتراق جو مسلمانوں کے درمیان پیدا ہوا وہ معاویہ بن ابی سفیان کی طرف سے ہے جبکہ اس نے اجماع مسلمین کی مخالفت کی اور عادل امام زمانہ سے ساتھ جنگ کی وہ امام زمانہ امت رسول میں سب سے بڑا عالم اور خلافت کا سب سے بڑا حق دار تھا اور اس نے نبیؐ کا یہ فرمان بھی سن رکھا تھا جو علیؑ کے بارے میں تھا اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہٗ واخذل من خذلہٗ

اے اللہ تو اسے دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے اور اسے اپنا دشمن قرار دے جو علیؑ سے دشمنی رکھے۔ اس کی مدد کر جو مددگار علیؑ ہو اور اس سے قطع تعلق کرے جو علیؑ کی مدد سے منہ پھیرے۔

اگر ———— معاویہ بن ابو سفیان) مسلمانوں کی لاٹھی کو نہ توڑتا قوم کی جمعیت کو نہ پھوڑتا حق سے منہ نہ موڑتا۔ اور امام زمانہ کے ساتھ جنگ نہ کرتا۔ تو مسلمانوں کے درمیان اختلاف وافتراق ہرگز پیدا نہ ہوتا اور علیؑ ابن ابی طالب مسلمانوں کو راہ رسول اللہ پر چلاتے اور دنیا میں اسلامی احکام کو بہترین صورت میں جاری کرتے لیکن شیطان نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا جو اس نے کہا فبعزتک لاغوینھم اجمعین الا عبادک منھم المخلصین (سورۃ ص)

"اے اللہ تیری عزت کی قسم میں ان تمام بندوں کو گمراہ کردوں گا سوائے تیرے ان خالص بندوں کے"

اور کس قدر بہترین عبارت ہے جناب صدیقہ طاہرہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا

کے اس خطبہ کی جس میں انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے احتجاج کیا اور احکام اسلامیہ کی مصلحتیں اور شریعت اسلامیہ کے مقاصد بیان کرتے ہوئے فرمایا واماستنا امانٌ فی الفرقۃ ہماری امامت فرقہ بندی کی امان ہے اگر امامت و خلافت اہل بیت نبوی سے (جن کو خود رسولؐ نے امام بنایا تھا) جدا نہ کی جاتی تو بعد وفات رسولؐ سے اس زمانہ تک اختلاف و افتراق پیدا نہ ہوتا جس طرح کہ عام بادشاہوں کی حکومتوں فرقوں قبیلوں گروہوں میں پایا جاتا ہے یعنی اختلاف اس وقت پیدا ہو جاتا ہے جب خلافت نہج رسول سے ہٹ جاتی ہے اور بادشاہی کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

اس بارے میں مجھے کتاب تاریخ آل محمدؐ کے مصنف کا جب کہ وہ سنی الفقہ اور انصاف پسند ہے کا قول پسند آتا ہے کہ ہم اہل سنت یعنی خوارج جیسے حرقوص بن زہیر اور اس کے پیروکاروں پر کیوں لعنت کرتے ہیں۔ معاویہ اور اس کے پیروکاروں جیسے (عمرو بن العاص اور معاویہ کے خاص ساتھیوں) کیوں لعنت نہیں کرتے۔ باوجودیکہ دونوں گروہوں کے درمیان سب اور لعن کے جواز میں کوئی فرق نہیں خوارج پر سب و لعنت کا جواز بلکہ انہیں واجب القتل قرار دینے کا سبب یہی ہے کہ انہوں نے امام زمانہ جو کہ اپنی عادل تھے اور ان کی امامت علاوہ نص کے اجماع سے بھی ثابت تھی جس پر خروج کیا اور یہی بات بعینہ معاویہ اور اس کے ساتھیوں میں زیادہ پائی جاتی ہے یعنی خوارج نے بھی امامت علی سے بغاوت کرتے* امیر المومنین علیؑ کے ساتھ جنگ کی جرم دونوں کا ایک ہی ہے لیکن خوارج پر تو لعنت کرتے ہیں اور انہیں واجب القتل سمجھتے ہیں اور معاویہ اور اس کے ساتھیوں کے جرم سے چشم پوشی کرتے ہیں۔ بلکہ انہیں رضی اللہ عنہ کے دعائیہ جملوں سے یاد کرتے ہیں ہاں ایک فرق

* ہوئے ان پر خروج کیا اور معاویہ نے بھی بغاوت کرکے *

ان دونوں گروہوں کے درمیان ظاہر ہے کہ معاویہ کے دستر خوان وسیع تھے اس کی بخششیں کھلی تھیں بیت المال کے دروازے جھوٹی حدیثیں بنانے والوں کے لئے کھلے تھے جو امیر شام کے منشاء کے مطابق جھوٹی حدیثیں بنانے کا کام کرتے تھے جیسے ابوہریرہ وغیرہ اور مختلف علاقوں کی حکومت اور جاگیریں اپنے خاص دوستوں کو جیسے عمرو بن العاص مغیرہ بن شعبہ زیاد بن ابی اور اس قسم کے لوگوں کو بخشی ہوئی تھیں اور خوارج کے رئیس کے پاس یہ وسائل نہ تھے اس واسطے خوارج کو تو سبّ ولعن کا نشانہ بنالیا گیا اور معاویہ اور اس کے ساتھیوں کو مالی بخششوں اور گورنریوں اور جاگیروں کی بدولت بچالیا گیا۔ جو لعنت کا جواز خوارج کے لئے ہے وہی معاویہ اور اس کے ساتھیوں کے لئے بھی ہے اس میں دونوں برابر ہیں اور وجہ جواز دونوں میں مشترک ہے پھر سبّ معاویہ کا سبب خوارج سے زیادہ مضبوط اور قوی ہے کہ بغاوت معاویہ اور اس کے خروج کے علاوہ اس کا ایک بہت بڑا عمل بد یہ ہے کہ وہ خود بھی منبر پر امیر المومنین علی علیہ السلام پر سب کرتا رہا اور اپنی وسیع مملکت میں زر خرید اور ضمیر فروش خطیبوں اور ملّاؤں سے جناب امیر علیہ السلام پر سبّ کراتا رہا اور یہ بدترین سلسلہ تمام ممالک اسلامیہ میں اسّی سال تک جاری رہا یہاں تک کہ حکومت عمر بن عبدالعزیز تک پہنچی اس نے یہ عمل بند کرادیا اور لوگوں کو اس بدعت کے جاری رکھنے سے روک دیا اور قطعی دلیلوں سے معاویہ کو خطاکار ثابت کیا اور سبّ وشتم کو ناجائز قرار دیا اسی مناسبت سے میں اس مناظرہ کا ذکر کرتا ہوں جو میرے اور بعض سنّی علماء و فضلاء کے درمیان مکّہ مکرمہ اور مدینہ منوّرہ میں ہوا جبکہ میں بتوفیق خدا بیت اللہ الحرام کی زیارت کے لئے گیا۔ ۱۳۷۱ھ

خلاصۃ المناظرہ

علماء اہل سنت میں سے بعض فضلاء نے مکہ مکرمہ میں میرے سامنے سوال
کیا کہ مشہور ہے کہ شیعہ خلفاء کو گالیاں دیتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟ اور اگر صحیح ہے
تو اس کی کیا وجہ ہے؟ میں نے کہا جہاں تک عوام کا تعلق ہے ان میں سے
کافی لوگ ان پر لعن و طعن کرتے ہیں اور جہاں تک علماء کا تعلق ہے تو ان میں
سے بعض ان پر لعن طعن کو جائز قرار دیتے ہیں۔ کس طرح اور کس دلیل کے ساتھ؟
میں نے کہا کیا علیؑ ابن ابی طالب پر سب و شتم جائز ہے دراں حالانکہ وہ
خلیفۃ المسلمین ہیں۔ اس نے کہا نہیں۔ میں نے کہا پھر خود معاویہ نے
علیؑ پر سب کیوں کیا؟ اور تمام شہروں میں مسلمانوں کو ان پر سبّ کرنے کا
حکم کیوں دیا؟ اور اگر تم معاویہ کے زمانہ میں ہوتے تو کیا تم معاویہ کو یا اس کے
ساتھیوں کو علیؑ پر سبّ کرنے کی وجہ سے قتل کر دیتے؟ اور کیا معاویہ کے
اس فعل بد پر تم معاویہ پر لعنت کرنے کو تیار ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ نہ تو
ہم معاویہ پر لعنت کرتے ہیں اور نہ اس کے قتل کو جائز قرار دیتے ہیں۔
میں نے کہا یہ کس طرح باوجودیکہ آپ اقرار کر چکے ہیں کہ علیؑ پر سب ناجائز
ہے۔ اور یہ بھی مان چکے ہیں کہ معاویہ علیؑ پر سب کرتا رہا پھر میں نے ان کے
مذہب کے مطابق انہیں جواب تلقین کیا تم کہتے ہو کہ معاویہ مجتہد تھا اس کے
اجتہاد نے سبِّ علیؑ کو جائز بنایا اور اگر معاویہ خطا کار تھا تو پھر بھی خطا کار
مجتہد کے لئے ایک اجر ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ علامہ شیرازی فرماتے ہیں
پھر میں نے کہا علماء شیعہ بھی مجتہد ہیں ان کا اجتہاد بھی سبِّ خلفاء کو جائز
قرار دیتا ہے۔ اگرچہ تمہارے اعتقاد کے مطابق ان کا اجتہاد خطاء ہے۔

اور بہت سے عوام فروعی مسائل میں ان علماء مجتہدین کے مقلد ہیں جو سب اس کے جواز کے قائل ہیں پھر اجتہاد کے متعلق بات چیت ہوتی رہی کہ زمانہ رسولؐ سے اس وقت تک اجتہاد جاری ہے اور ختم نہیں ہوا۔

اور مطاعنِ عثمانؓ یعنی عثمانؓ کی ناجائز کاروائیاں جو کتب تاریخ میں مذکور ہیں اور وہ حدیثیں جو اس کی امامت کی نفی کرتی ہیں ہمیں ان کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں بغیر اتنا کہتے ہیں کہ اگر عثمانؓ امام تھا تو بہت سے بزرگ صحابیوں کا جہنم میں جانا ثابت ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ابو ذرؓ عمار ابنِ مسعود وغیرہ جنہوں نے اس کی امامت کا اقرار نہیں کیا۔ بلکہ بزرگ مسلمانوں نے اس کی بیعت توڑ دی اور اس کے قتل کے درپے ہو گئے۔ جیسے طلحہ اور زبیر مدینہ اور مصر کے عام باشندے اور یہ لازم ہے کہ یہ تمام نیک صحابی جہنم میں داخل ہوں اور امام زمانہ کی پہچان نہ ہونے کے سبب ان کی موت جاہلیت پر واقع ہو۔ یقینی بات ہے اور کوئی مسلمان اس لزوم کا قائل نہیں پس عثمانؓ بن عفان اس زمانہ کا امام نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس زمانے میں سوائے علیؑ ابن ابی طالب کے کسی نے بھی امامت کا دعویٰ نہیں کیا پس جس نے علیؑ پر خروج کیا وہ ناری ہے اور جس نے ان کی امامت کو پہچانا نہیں اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔

لیکن عثمانؓ کی موت کے بعد تو علیؑ کے امام ہونے میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ اہل حل و عقد کا ان کی امامت پر اجماع وقوع پذیر ہو چکا ہے اور اہل حل و عقد کے شامل ہونے پر اجماع کی حجیّت موقوف ہے اور یہ اجماع ابی بکرؓ کی خلافت پر اجماع سے زیادہ کامل اور مضبوط ہے جو محتاج بیان نہیں پس ہر اس شخص نے جس نے جناب علیؑ سے بغاوت کی اور ان

پر خروج کیا وہ جہنمی ہے اور جنہیں ان کی امامت کی معرفت حاصل نہیں ان کی موت جاہلیت کی موت ہے۔

علیؑ کی شہادت کے بعد بھی معاویہ امام نہیں ہے ایک تو ان کی نصوص کی وجہ سے جو نبیؐ پاک اور امیر المومنین سے وارد ہوئیں کہ بعد علیؑ کے حسنؑ ابن علیؑ امام الناس ہیں اور اہل کوفہ اور ان کے علاوہ ان تمام مسلمانوں نے امام حسنؑ کی بیعت کر لی جنہوں نے قبل ازیں ان کے باپ علیؑ کی بیعت کی تھی بلکہ معاویہ اور اس کے پیروکاروں کے علاوہ تمام مسلمین نے حسنؑ ابن علیؑ کی بیعت کر لی اور امامت دشمن کی قوت اور بعض لوگوں کے جبراً بیعت توڑنے سے زائل نہیں ہوتی اگرچہ صاحب امامت بعض مصلحتوں کی وجہ سے حکومت چھوڑ بھی دے اور یہی معنی ہے حضور کے فرمان کا کہ الحسنؑ والحسینؑ اماماں قاما او قاعدا حسنؑ اور حسینؑ امام ہیں بر سر اقتدار ہو کر جنگ کریں تو بھی امام ہیں اور مصلحت کی خاطر صلح کر کے بیٹھ جائیں تو بھی امام ہیں

ایک وہم کا ازالہ

بسا اوقات یہ وہم پیدا ہوتا ہے بلکہ کہا بھی جاتا ہے کہ معاویہ نے بغاوت کی اور اپنے امام زمانہ پر خروج کیا اور اسی دور میں وہ امام نہ تھا لیکن شہادت علیؑ کے بعد امام حسنؑ کی صلح کی وجہ سے امامت اس تک پہنچ گئی پس وہ خلیفۃ المسلمین بن گیا اور اولی الامر میں سے ہو گیا تو اس کی اطاعت واجب ہو گئی۔ اہل سنت کے مذاق کے مطابق۔

لیکن یہ توہم اور یہ قول کئی وجوہ سے باطل ہے جن کا ہم تفصیل کے

ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ یہ وہم قول رسولؐ کے مخالف ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ حسنؑ اور حسینؑ دونوں امام ہیں جنگ کے لئے کھڑے ہوں یا صلح کرکے بیٹھ رہیں تو اس وقت بھی امامت حسنؑ کے پاس تھی اور ایک وقت میں امت کے دو امام نہیں ہو سکتے پس معاویہ اس وقت بھی امام نہ تھا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا تطع منھم آثماً کفوراً (سورۃ دھر)
"گنہگار ہو فاسق اور فاجر کی یا کافر کی اطاعت نہ کرو" اور اس میں کوئی شک نہیں کہ معاویہ آثم اور عاصی تھا یعنی بدکار اور نافرمان تھا کیونکہ وہ بہت سے گناہان کبیرہ اور جنایات کثیرہ کا مرتکب تھا۔ جیسے حجر ابن عدی اور بزرگ صحابہ کا قاتل ہے اور یزید ایسے فاسق و فاجر اور بدمست کا تختِ خلافت پر بیٹھانا اور زیاد ابن ابی کا اپنا بھائی بنا کر اپنے خاندان کے ساتھ ملحق کرنا بر خلاف فرمان رسولؐ الولد للفراش وللعاھر الحجر "(بچہ صاحب فراش کے ساتھ ملحق ہوتا ہے اور زانی کے لئے پتھر ہے) امام حسنؑ کو زہر دینا مالک اشتر کو زہر آلود شہد کا شربت پلا کر شہید کرنا اور اس کا فخریہ کہنا انا للہ جنود من عسل "اللہ کا لشکر شہد میں بھی موجود ہے"۔

۳۔ معاویہ ایسے ظالموں کی خلافت کے بطلان پر قرآن مجید کی یہ آیت بھی دلالت کرتی ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے امامت کو اپنی ذریت میں جاری رکھنے کا سوال کیا تو ارشاد رب العزت ہوا کہ
لاینال عھدی الظالمین۔
کہ عہدہ امامت ظالموں کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور معاویہ جب مسلّم

ظالم ہے تو وہ امام اور خلیفہ کس طرح ہو سکتا ہے قطع نظر کتاب اہلسنت سے خود عقل بھی معاویہ کی خلافت کا انکار کرتی ہے۔ تاریخ نے جو معاویہ کا کردار پیش کیا ہے اور اس کے گناہان کبیرہ کی طویل فہرست جو پیش کی ہے طبع سلیم اور منصف مزاج آدمی امام تو کجا اسے مسلمان ماننے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں۔ نص قرآن و سنت خیر الانام عقل سلیم پاکیزہ دل معاویہ ایسے ظالم حکمرانوں کی اطاعت کو حرام قرار دیتا ہے۔ اطاعت تو ان اولی الامر شخصیتوں کی واجب ہے جو عادل اور معصوم ہوں۔

اے قاریٔ کریم! بنو امیہ کے خلفاء کی عثمانؓ سے لے کر آخری خلیفہ مروان الحمار تک کی سیرت دیکھ کیا عمر ابن عبدالعزیز کے سوا کوئی طاعت کے لائق ہے؟ کیا انہیں خلفاء رسول کہا جا سکتا ہے؟ اور یہی بات خلفاء بنی عباس میں بھی پائی جاتی ہے کہ سب کے سب فاسق و فاجر تھے۔

اے قاری! عصبیت کی عینک اتار کے اور بغض و عناد کو دل سے نکال کے سوچ تو سہی کہ ادھر اللہ کا فرمان ہے۔ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم

اور ادھر حکم ہے ولا تطع منہم آثما او کفورا ان دونوں کی مطابقت صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ اولی الامر جو واجب الاطاعت ہیں آثم و کفور نہ ہوں۔

صُلحِ الحسن علیہ السلام

بعض فضلاء نے ذکر کیا ہے کہ بعض عامہ (سنی) کہ معاویہ کی امامت اور اس کی طاعت پر اس بات سے استدلال کرتے ہیں کہ امام حسنؑ نے معاویہ سے ساتھ صلح کر لی اور خلافت اس کے سپرد کر دی پس معاویہ امام المسلمین بن گیا۔

الجواب:- اس کا جواب تو یہ ہے کہ ایک تو پہلے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ معاویہ آخر عمر تک فاسق و فاجر رہا خلافت و امامت کا اہل نہیں علاوہ ازیں امام حسنؑ نے جو صلح کی تھی وہ ان شرطوں کے ساتھ کی تھی جو تاریخ میں مذکور ہیں ان میں یہ شرطیں بھی تھیں کہ علی ابن ابی طالب کے شیعوں سے ساتھ بر اسلوک نہ کیا جائے اور معاویہ اپنے آپ کو امیر المومنین نہ کہلوائے اور اپنے بعد کسی کو خلافت کی وصیّت نہ کرے۔ لیکن معاویہ نے ان شرطوں میں سے کسی پر بھی عمل نہ کیا اور جب شرطیں مفقود ہوں تو مشروط (خود بخود مفقود ہو جاتا ہے)

قارئین کرام! جب آپ انصاف کی نظر سے ملاحظہ کریں اور آئمہ معصومین علیہ السلام جوکہ اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں ان کا اور ان کے ہم عصر حکام کا موازنہ کریں جو قدرت و فریب غلبہ وطاقت سے خلافت وامامت کی کرسی پہ قابض ہو گئے، مقدس جانوں کو انہوں نے بے گناہ قتل کیا مظالم عظیمہ اور گناہان کبیرہ کے مرتکب ہوئے اور دوسرے وراثت ملوکیت اور نسلی بادشاہی کے طور پہ ناحق خلیفہ بن بیٹھے جیسے بنی امیہ اور بنی عباس۔ کیا زمانۂ علی ابن ابی طالب اور زمانۂ امام حسن علیہ السلام میں حق خلافت اہلبیتِ رسالت مآب کا تھا یا عثمان ومعاویہ کا؟

بنو اُمیہ کے مظالم و مفاسد

اور جو کچھ حضرت عثمان اور معاویہ سے سرزد ہوا تاریخ کے اوراق میں موجود ہے اور ایسے لوگوں کی خلافت وامامت عقل انسانی تسلیم کرنے سے انکاری ہے۔ جیسا کہ حدیث مبارک من مات ولم یعرف سے مستفاد ہوتا ہے۔

اہلِ نظر التعصب کو ایک طرف رکھ کر سیرت عثمان اور سیرت علیؑ کا مطالعہ کریں کیا عثمان نے اپنے زمانہ خلافت میں ان شرطوں پر عمل کیا جو عبدالرحمن بن عوف نے بیعت کرتے وقت بیان کی تھیں کہ کتاب وسنت اور سیرت شیخین پر عمل کیا جائے۔ تاریخ نفی کرتی ہے اور ان کے خلاف عمل کرنے کو ثابت کرتی ہے شرط کی نفی سے (کتاب وسنت وسیرت کی پابندی مشروط (خلافت) کی نفی ہو جاتی ہے۔

بیت المال کی تقسیم کے وقت بنی اُمیہ کو ترجیح دینا غیروں سے کئی گنا حصہ بنی امیہ کو دینا۔ فدک کو حضرت ابوبکر نے جناب فاطمہ بنت رسولؐ صلوٰۃ اللہ علیہا

ہے اس مقصد کے لئے چھین لیا کہ لبقول ان کے جناب رسولؐ پاک نے فرمایا کہ ہم گروہ انبیاء نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے۔ ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ لہٰذا البقول حضرت ابوبکرؓ جاگیر فدک عامتہ المسلمین کا حق تھا لیکن جناب عثمان نے مروان کو بخش دیا۔ یہ تو ہے سیرت عثمان۔ اور حضرت علی کی سیرت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی عقیل کو اپنے حصّے سے ایک رتی بھی زیادہ نہیں دی اور جب عقیل نے اصرار کیا کہ مجھے زیادہ دیا جائے تو لوہے کا ایک ٹکڑا گرم کر کے ان کے قریب کیا وہ برداشت نہ کر سکے تو فرمایا کہ اگر میں انصاف نہ کروں تو جہنم کی آگ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جناب عقیل خاموش ہو گئے۔ وہ عثمان کا کردار تھا یہ علی ابنِ ابی طالب کا کردار ہے

معاویہ بن ابی سفیان ہمیشہ احکام شرع اور قوانین شریعت کی مخالفت کرتے رہے جو کہ اظہر من الشمس ہے۔ تاریخ نے اس کے چہرے سے نقاب الٹ دیا ہے۔ معاویہ کے جن جرائم کی فہرست تاریخ نے پیش کی ہے ان میں چند اہم ہم سپرد قرطاس کرتے ہیں۔

۱۔ امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے ساتھ جنگ لبغاوت جو نص اور مخالفین کے مطابق اجماع المسلمین اور اہل حل وعقد سے متفقہ طور پر خلیفہ منتخب کئے گئے ہیں جو تاریخ اسلام میں مذکور ہے۔

۲۔ خلافت و امامت کو ملوکیت میں بدل دیا۔ مزید براں امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ امر و نواہی کا اجراء خود اپنے پر کرے اور عملی نمونہ پیش کرے

۳۔ حضرت امام حسنؑ نواسۂ رسول سردار نوجوانانِ جنت کو زہر کے ذریعے

شہید کر دیا۔ بعد شہادت علی ابن ابی طالب کے امت رسولؐ نے
امام حسنؑ کو خلیفہ منتخب کیا اور لوگوں نے بیعت کر لی اسکے بعد معاویہ
نے امام زمانہ حضرت امام حسنؑ مجتبیٰ پر خروج کیا اور ان سے جنگ کی۔

۴۔ بڑے بڑے صحابہ بزرگ مسلمین کو معاویہ نے قتل کر دیا کسی کو
زہر کے ذریعے اور کسی کو تلوار کے ذریعے شہید کرا دیا۔ جیسے جناب
حجر بن عدی اور ان کے ساتھی، جناب مالک بن اشتر اور ان کے رفقاء
محمد بن ابوبکر اور ان کے ہمراہی۔

جناب حسن بصری فرماتے ہیں کہ چار جرم معاویہ بن ابی سفیان کے ایسے ہیں کہ ان میں سے اگر صرف ایک بھی ہو تو اس کے جہنمی ہونے کے لئے کافی ہے۔ خلافت کا زبردستی چھیننا اور قوت و غلبہ اور مکر و فریب کے ذریعے تخت حکومت پر بیٹھ کر خراب کاریاں کرنا۔ بغیر مشورہ اہل حل و عقد کے کبار صحابہ اور صاحبان علم و فضل کو چھوڑ کر سیاہ کردار بدمست بے دین بیٹے یزید کو خلیفہ بنانا۔ جو ریشمی لباس پہن کر سارنگیاں بجا کر دین کا مذاق اڑاتا تھا۔ زیاد بن ابیہ کو اپنا بھائی بنا کر ابوسفیان کی اولاد میں داخل کرنا۔ جبکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی واضح حدیث موجود ہے۔ بیٹا صاحب فراش کے لئے ہے اور زانی کے لئے پتھر ہے۔ مقدس صحابی حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کا بے گناہ قتل کرنا (یاد رہے کہ حضرت حجر کے قتل پر اور صحابہ نے اور حضرت عائشہ نے خود معاویہ کو ملامت کی اور ان کی شہادت پر رنج و ملال کا اظہار کیا) علاوہ ازیں اس کے افعال شنیعہ اور حرکات مذمومہ سے تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

اے مسلمان! ان واقعات صحیحہ کی روشنی میں تیرا انصاف کیا فیصلہ کرتا ہے؟
کیا معاویہ نے امام زمانہ کو پہچانا اور امام زمانہ کی تصدیق کی؟ اگر معرفت حاصل

کی اور تصدیق کی تو جنگ کیوں کی؟ اور اگر نہیں پہچانا (پہچان کر بغاوت کی اور جان کر شقاوت پائی) تو جہالت کی موت مرا کوئی زمانہ امام واجب الطاعت سے خالی نہیں اور ایک وقت میں دو امام نہیں ہو سکتے۔

ادھر یزید بن معاویہ کا دور ہے ادھر حسینؑ ابن علی کا۔ کیا اس دور میں امام حق یزید ہے یا حسینؑ؟ یزید پر جملہ مسلمان لعنت کرتے ہیں سوائے چند خارجیوں کے یا ناصبیوں کے۔ اگر یزید خلیفۂ برحق امام المسلمین ہے تو معاذاللہ ثم معاذاللہ جملہ مسلمین جو یزید پر لعنت کرتے ہیں جہنمی ہیں بلکہ معاذاللہ خود امام حسینؑ اور ان کے اصحاب بھی جہنمی ہیں کیونکہ انہوں نے یزید کی بیعت نہیں کی اور نہ امام زمانہ تسلیم کیا۔ تو ثابت ہوا کہ امام زمانہ جناب حسینؑ ابن علی ہیں اور یزید ناری اور جہنمی ہے۔

پھر اس کے بعد زمانہ آتا ہے جس میں ایک جناب علی بن الحسین زین العابدینؑ امام ہیں جو خاندانِ نبوت کے چشم و چراغ ہیں اور دوسری طرف مروان بن حکم ہے جو تختِ حکومت پر متمکن ہے یہ مروان وہ شخص ہے جسے حضورؐ پاک نے مدینہ سے نکلوا دیا تھا۔ مروان وغیرہ بنی امیہ کے متعلق جو کچھ حضورؐ نے فرمایا وہ تاریخ میں موجود ہے "اَلْوَزَغُ" وزغ ابن وزغ مروان چھپکلی ہے اور چھپکلی کا بیٹا صاحب انصاف بتائیں کہ امام زمانہ علی زین العابدین ہیں یا مروان (طرید رسول) پھر یہ امامت مروان کے بعد اس کی اولاد میں اور پوتوں میں ہے! یا امام محمد باقر یا امام جعفر صادق علیہما السلام کے پاس جو اہل بیت نبیؐ سے ہیں۔

بنو مروان نے جو کچھ قباحتیں کی اور جن برائیوں کا ارتکاب کیا ہے جیسا کہ زید بن علی بن الحسین کا قتل اور قتل کے بعد جسدِ پاک کو سولی دینا اور کئی برس لاش کا سولی پر لٹکے رہنا بعد ازاں لاش کو جلا کر راکھ دریا میں بہا دینا۔

ولید بن عبد الملک کا قرآن مجید کو پھاڑ کر زمین پر بے عزتی کے ساتھ پھینک دینا لوگوں کے رو برو اور فخریہ انداز میں یہ شعر پڑھنا

اذا ما جئت ربک یوم حشر

فقل یا رب مزقنی الولید

اے قرآن! جب تو قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے پیش ہوئے تو بیشک کہہ دینا کہ اے میرے رب مجھے ولید بن عبد الملک نے پھاڑ کر پھینک دیا تھا۔

بنی عباس کی حکومت

جب بنی امیہ کی حکومت ختم ہو گئی (یاد رہے کہ بنی امیہ کو قرآن مجید میں شجرہ ملعونہ سے تعبیر کیا گیا ہے) اور بنی عباس کی حکومت قائم ہوئی، بنی عباس کے ہر بادشاہ اور حکمران کی سیرت و کردار کا مطالعہ کریں تو ان میں کوئی بھی منصب امامت و خلافت کا حقدار نظر نہیں آتا۔ یہ حکام جبر و سلاطین ظلم و ستم تھے فاسق و فاجر و عیاش حکمران تھے۔

کیا منصور عباسی میں امامت مسلمین و خلافت خاتم المرسلین کی صلاحیت تھی؟ اسے کسی نے بحیثیت امام نہیں مانا اور نہ خود اس نے آئمہ طاہرین میں سے خصوصاً امام زمانہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو امام نہیں، مانا تو اس کی جاہلیت کی موت ہے۔ علاوہ ازیں اس نے سادات عظام اولاد رسول اور عترت بتول پر جو مظالم کئے تاریخ کے دامن میں محفوظ ہیں۔

کتنے سید ہیں جو اس کی ظالمانہ تلوار سے قتل ہوئے اور کتنے اس کے زندان میں راہی ملک بقا ہوئے بہت سے زندہ دیواروں میں اینٹ کی مانند

پہنچ گئے۔ بغداد کا قلعہ گواہ ہے۔ منصور عباسی انتہائی شقی القلب اور بے حد ظالم تھا۔ ابو مسلم خراسانی جس کی بدولت اسے تخت پر بیٹھنا نصیب ہوا، اسی منصور کے ہاتھوں مارا گیا۔ فارس میں بنی امیہ کی حکومت کا تختہ اسی ابو مسلم خراسانی کے ذریعے الٹا گیا۔ جس نے منصور کو تخت پر بٹھایا اسی منصور نے اس کو موت کی نیند سلا دیا۔

سب سے بدترین جرم منصور کا یہ ہے کہ اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو مدینے سے بلوایا اور بار بار اپنے دربار میں بلا کر ان کی بے عزتی کی اور ایسے الفاظ استعمال کیئے جسے مسلمان زبان پر نہیں لا سکتا۔ آخر میں اس امام معصوم کو اپنے والی مدینہ کے ذریعہ زہر سے شہید کرا دیا۔

منصور کے بعد ہادی اور مہدی عباسی کا دور آتا ہے یہ دونوں رنگیلے بادشاہ تھے عیش و طرب و رقص و سرود اور شراب و کباب کے دلدادہ تھے، ظلم و جور میں یہ منصور کے جانشین تھے۔ اولادِ رسولؐ کے قتل میں ان کے ہاتھ بھی رنگین ہیں

اس امت اسلامیہ کی تباہی و بربادی ہے۔ جس کے ایسے امام و خلفاء ہوں ایسے فاسق و فاجر بادشاہوں کو کس کس نے امام تسلیم کیا ہے! جب کہ انہوں نے امام زمانہ کو نہ پہچانا نہ مانا ان کی موت جاہلیت کی موت ہے جو دخول جہنم کا سبب ہے۔ پھر ہارون الرشید عباسی کا زمانہ آتا ہے۔ اس ظالم نے جو کچھ ظلم و ستم کئے پوشیدہ نہیں۔ یہ بھی سادات کا قاتل ہے۔ اس نے ایک رات میں اولاد علی و فاطمہ علیہ السلام سے ساٹھ مرد قتل کئے جن میں نوجوان بھی اور ضعیف بھی، پھر تین بہت بڑے کنوؤں میں ان کی لاشیں پھینکوا دیں۔

اس سے بڑھ کر اس فاسق حکمران اور ظالم شیطان نے یہ ظلم کیا کہ رئیس سادات فرزند رسول و بتول امام زمانہ حضرت موسیٰ کاظم کو چودہ سال

بصرہ و بغداد کے زندانوں میں قید رکھا۔ انواع و اقسام کی اذیتیں دیتا رہا۔ آخر کار زندان بغداد میں زہر سے شہید کرا کے اس کی لاش بغداد کے پل پر رکھوا دی۔ کیا ہارون الرشید امام ہے؟ جس کی معرفت واجب ہے۔ کوئی سلیم العقل اسے امام نہیں مانتا اور اس نے اپنے زمانہ کے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو نہیں پہچانا اور نہیں مانا لہٰذا جاہلیت کی موت مر کر واصل جہنم ہوا۔

رفعِ وہم

یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ ان زمانوں میں امامت خاندان رسالت کے افراد امام جعفر صادق اور امام موسیٰ کاظم میں منحصر نہ تھی کہ منصور و ہارون کے معاصر ہوں۔ امام ابو حنیفہ، امام مالک، احمد بن حنبل، امام شافعی بھی تو اپنے ہم عصر میں امام مسلمین تھے۔

اس وہم کا ازالہ اس طرح ہے کہ یہ لوگ اہل سنت کے خیال کے مطابق صرف فقہ اور فرعی مسائل میں امام تھے۔ جس امامت کا ذکر حدیث شریف میں ہے اور جو موضوع بحث ہے وہ امامت ہے جو خلافت رسول ہے اور ریاست عامہ ہے (مطلقاً حکومت) تمام مسلمانوں کے دینی اور دنیوی امور میں اور یہ فقہاء اربعہ کو حاصل نہیں۔

پھر اس کے بعد مامون کا دور آتا ہے۔ یہ وہ فاجر عباسی حکمران ہے جس نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو ولی عہد بنا کر ظاہراً شیعوں کی رضا حاصل کی بعد ازاں زہر دغا سے شہید کرا دیا۔ اگرچہ وہ صاحبان علم حق تھا اور خلافت علی بن ابی طالب کے اثبات کے لیے علماء کے ساتھ بحثیں

کرتا تھا کہ علی خلیفہ رسول بلا فصل ہیں۔ بنی عباس کا وہ چھٹا حکمران تھا اور کہا کرتا تھا کہ [illegible] اعلم ہوں۔ مگر بنی عباس کا چھٹا خلیفہ ان سے زیادہ علم والا ہے۔ بعض لوگ تو اسے شیعہ بھی کہتے ہیں۔ لیکن یہ سب اس کی سیاسی چالیں تھیں۔ اس کا جرم باقی خلفاء عباسیین سے کم نہیں کہ اس نے امام زمانہ علی بن موسیٰ الرضا پر خروج کیا اور مکرو فریب سے زہر دے کر شہید کر دیا۔ حسب عقیدہ اہل سنت، اس نے خلیفہ امین پر بھی خروج کیا جو اس کا بھائی تھا اس سے جنگ کی اسے قتل کیا اور حکومت اس سے چھین لی۔

اب ہم انصاف پسند قارئین سے دریافت کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں مامون امام تھا یا علی بن موسیٰ الرضا امام تھے؟ اگر مامون امام تھا تو معاذ اللہ امام رضا علیہ السلام جہنمی اور اگر علی بن موسیٰ رضا امام تھے (اور واقعی امام حق وہی تھے) تو مامون کی موت جاہلیت کی موت ہے اور بیشک وہ جہنمی ہے۔

آئمہ اہل بیت علیہم السلام اور ان کے مد مقابلین کے درمیان موازنہ کرو امین اور مامون دونوں بھائی ہیں، حکومت کے لئے آپس میں لڑے امین مارا گیا اور تمام ملکوں کا مامون بلا شرکت غیرے واحد حکمران ہوا۔

ادھر جناب امام حسن اور امام حسین علیہ السلام دونوں بھائی ہیں امام حسین علیہ السلام اپنے بڑے بھائی اور امام کی اطاعت کرتے رہے۔ اور امام حسن و حسین بھی بھائی ہیں۔ ان کی سیرت کو دیکھو اور ان کی سیرت کو بھی دیکھو۔

پھر معتصم عباسی کا زمانہ آتا ہے۔ اس نے امام محمد تقی علیہ السلام کو قتل کیا۔ علاوہ ازیں وہ محرمات کا مرتکب بھی ہے۔ کیا معتصم امام زمانہ ہے؟ یا امام محمد تقی علیہ السلام امام زمانہ ہیں۔ پھر دوسرے خلفاء بنی عباس متوکل وغیرہ

کا زمانہ آیا ہے۔ اور آئمہ اہل بیت میں سے امام علی نقی اور امام حسن عسکری کا دور آیا ہے۔ متوکل علی و فاطمہ و آئمہ علیہم السلام سے بغض رکھتا ہے۔ رقص کی محفلیں قائم کرتا ہے اور علی و فاطمہ کا مذاق اڑاتا۔ ان کی توہین تذلیل کرنے کے لئے مجالس منعقد کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کا بیٹا خود اس پر ناراض ہوا اور بیٹے کے ہاتھوں داصل جہنم ہوا۔

غور فرمائیے! متوکل ملعون کی ضلالت و رذالت کا ظلم و فساد کس حد تک پہنچ چکا کہ خود اس کا بیٹا اس کے مظالم و مفاسد سے متنفر ہو کر اسے قتل کر ڈالتا ہے حالانکہ باپ اور بیٹے میں محبت و الفت سب سے زیادہ ہوتی ہے اور عام اولاد اپنے آباء کے افعال کو صحت و حق پر محمول کرتی ہے۔ اور بیٹے اپنے باپ کا پورا دفاع کرتے ہیں اور ان کو خطاؤں جرموں سے بری کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ خاص طور پر ملوک اور سلاطین میں یہ بات زیادہ پائی جاتی ہے۔

کیا اس قسم کا ظالم و لعین بادشاہ مسلمانوں کا امام بننے کے قابل ہے؟ چونکہ اس نے امام زمانہ کی معرفت حاصل نہ کی اور نہ امام زمانہ حضرت علی نقی علیہ السلام کا اقرار کیا پس اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔

کیا یہ ہو سکتا ہے؟ عقل تسلیم کرتی ہے کہ علی نقی علیہ السلام متوکل عباسی کو امام مان لیں۔ اسی طرح امام حسن عسکری علیہ السلام اپنے ہم عصر عباسی خلیفہ کی امامت کا اقرار کریں۔ خصوصاً وہ عباسی حکمران جس نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو زہر دے کر شہید کرایا۔

پس حدیث شریف من مات ولم یعرف کے بعد انا انتس اس امر پر دلالت کرتی ہے۔ (بیان کرتی ہے) کہ جناب پیغمبر اسلام صرف اہل بیت نبوت علی اور ان کی اولاد طیبین و طاہرین میں منحصر ہے۔

باقی تمام دلیلوں کو جو حضور نبی کریم اور علی امیر المومنین سے مروی ہیں اور

ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کی امامت دلالت کرتی ہیں چھوڑ کر اور اس خطبہ خم غدیر سے بھی قطع نظر کر کے جس میں حضور پاکؐ نے جناب علی علیہ السلام کی خلافت امامت کا اعلان کیا اور بارہ اماموں کی تعیین کی اور حضور کے اس فرمان مبارک سے بھی نظر پھیر کر کہ میرے بعد بارہ امام ہوں گے اور یہ صرف ان بارہ اماموں پر منطبق ہوتا ہے۔ جن میں پہلے امام امیرالمومنین علی اور آخری محمد بن الحسن القائم المہدی ہیں جو آخری حجت خدا اور غائب ہیں۔ پس جس نے ان کی معرفت حاصل نہ کی اور ان کی امامت کا اقرار نہ کیا وہ جاہلیت کی موت مرا اور ان بارہ آئمہ علیہ السلام کے غیروں پر یہ فرمان ان کے زمانوں میں منطبق نہیں ہوتا۔ بعض اوقات مختلف علاقوں اور ملکوں میں مختلف اور متعدد حکمران رہے ان میں سے کون امام وقت اور واجب المعرفت تھا کسی کی تعیین نہیں ہو سکی تو کیا ان زمانوں کے تمام مسلمین جہنمی ہیں۔

ظاہر ہے بلکہ اس پر نص بھی ہے۔ ہر زمانہ میں ایک امام کا ہونا ضروری ہے زمانہ امام سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اسی وجہ سے تمام اسلامی ممالک میں عام مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق یہ عمل جاری رہا کہ خطبہ جمعہ میں جو مسلمانوں کا خلیفہ تھا اس ایک شخص کا نام پڑھا جاتا تھا۔

ہر زمانہ میں مسلمانوں کا خلیفہ ان کے عقیدہ کے مطابق ایک رہا اور اسی کا نام جمعہ کے خطبہ میں لیا جاتا رہا اور جب اسلامی ممالک میں بہت سے حکمران ہوئے تو جمعہ کے خطبہ میں خلیفہ بغداد کا نام لیا جاتا رہا یہاں تک کہ جب حکومت عباسیہ ختم ہو گئی تو ترکستان میں خلافت عثمانیہ قائم ہوئی اور عثمانی حکمران کا نام جمعہ کے خطبہ میں لیا جاتا رہا۔

ایک اہم سوال

آخر میں قارئین کرام کی توجہ ہم ایک اہم سوال کی طرف پھراتے ہیں کہ اس مرد کے بارے میں آپ کا کیا فیصلہ ہے؟ کہ ایک مرد کے باپ کی پیدائش تو پاکستان میں ہوئی اور زندگی کا کچھ حصہ اس نے افغانستان میں گذارا ہو۔ پھر اس مرد جس کا باپ پاکستان میں پیدا ہوا، کی ولادت ایران میں ہوئی ہو، پھر وہ طلب علم کے لئے عراق میں چلا گیا۔ پھر اس نے شام کا سفر کیا وہاں اس نے شادی کی پھر وہ اردن چلا گیا پھر وہاں سے مصر کا سفر اس نے اختیار کیا ایک عرصہ رہنے کے بعد وہ لیبیا چلا گیا پھر وہاں سے ہجرت کر کے مغرب چلا گیا اور عمر کا ایک حصہ الجزائر میں گذارا پھر اس نے حج کا قصد کیا اور ماہ ذالحج سے پہلے سعودی عرب میں آگیا۔ کیا وہ شخص امام زمانہ ہے۔ جس کی پہچان ہر مسلمان پر واجب ہے! کہ اس کی پہچان کے بغیر اور اسے ماننے بغیر جاہلیت کی موت واقع ہو اور ٹھکانہ جہنم ہو۔ کیا رئیس پاکستان امام زمانہ ہے؟ جس کا باپ پاکستان کا باشندہ تھا۔ کیا سلطان افغانستان امام زمانہ ہے؟ جس کی جائے پیدائش افغانستان ہے یا ایرانی حکمران امام زمانہ ہے؟ جو ایران میں پیدا ہوا یا عراقی صدر جس نے عراق میں تعلیم حاصل کی یا حاکم شام جس نے وہاں شادی کی اور شام ہی میں اسی نے اپنا کنبہ تشکیل دیا یا شاہ اردن جو اپنے امور سرانجام دینے میں وہاں رہا یا رئیس مصر جو ایک عرصہ تک مصر میں زندگی بسر کرتا رہا یا صدر لیبیا یا حکمران جزائر یا سعودی حکمران۔ ان میں سے کوئی بھی امام زمانہ ہے؟ جس کی معرفت واجب اور اقرار فرض ہو۔ پھر امام زمانہ کون ہے؟ اپنے وجدان سے پوچھ عناد اور تعصب کو ایک جانب رکھ۔ عقل سلیم اور قلب فہیم

سے دریافت کرو کہ اکثر مسلمین بغیر معرفت امام زمانہ اور ان کی امامت کے اقرار کے بغیر گذرے ہیں جن کی موت جہالت کی موت ہے اور جو موجود ہیں ان کی جاہلیت کی موت واقع ہوگی کیونکہ اکثریت امام زمانہ کی پہچان سے محروم ہے۔ یا معاذ اللہ معاذ اللہ جناب پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث مذکورہ (من مات ولم یعرف) جھوٹی ہے۔

جہاں تک فرقہ شیعہ اثنا عشریہ کا تعلق ہے جو بارہ آئمہ علیہم السلام کو ہر زمانے میں جانتے پہچانتے مانتے چلے آئے ہیں ان میں سے پہلا امام امیر المومنین علی بن ابی طالب اور آخری بارھواں امام محمد بن الحسن الحجتہ المہدی موجود ہے۔ اس پر شیعہ فرقہ کا ایمان ہے اسے امام زمانہ پہچانتے ہیں اور مانتے ہیں۔

اس مسودہ کو نجف اشرف میں ۱۳۸۹ھ میں مکمل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی اور حقیر فقیر الی اللہ السید عبد اللہ بن السید محمد طاہر الموسوی الشیرازی کے ہاتھوں تسوید و تکمیل ہوئی۔

بارہ خلفاء والی احادیث

جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے تین فرمانوں کی مطابقت کرنے سے حق کا راستہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ نجات پانے والے فرقہ کی پہچان ہو جاتی ہے۔ حق و باطل میں فرق واضح ہو جاتا ہے۔

نمبر۱۔ حضور فرماتے ہیں مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً (کنز العمال، مشکوٰۃ) جو مر گیا اور امام زمان کو پہچان کے نہ مرا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

اس حدیث سے درج ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ مقام امامت اسلام میں اتنا بلند اہم اور ضروری ہے کہ اس کی پہچان کے بغیر جاہلیت کی موت ہے معلوم ہوا کہ معرفت امام فرض ہے اور عقائد اسلام میں یہ نہایت اہم عقیدہ ہے۔ جس امام کی معرفت ضروری ہے اس کی پیروی بھی ضروری ہے۔ ورنہ معرفت بغیر اطاعت کے بے کار ہے۔

نمبر۲۔ ہر زمانہ میں امام کا وجود لازمی ہے کیونکہ اگر امام موجود نہ ہو تو پہچان کس کی کی جائے اور اطاعت کس کی ہو۔ مذہبی امور میں کس کی طرف رجوع کیا جائے۔

نمبر۳۔ حضور فرما کر گئے کہ میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے جن سے دین مضبوط اور قائم رہیگا۔ اس امت کے سردار بارہ خلیفے ہوں گے۔ جس طرح بنی اسرائیل کے بارہ نقیب تھے۔ ہمیشہ یہ دین قائم رہے گا۔ جب تک قیامت نہ آجائے۔ بارہ خلیفے سب کے سب قریش سے ہوں گے۔ جب تک تم لوگوں پر میرے خلیفے امامت کرتے رہیں گے۔ دین قائم رہے گا۔ میرے بعد اسلام کے بارہ سردار اور حاکم ہوں گے۔ جب تک مسلمانوں کے مولا اور پیشوا بارہ رہیں گے۔ اس وقت تک لوگوں کا ایمان قائم رہے گا۔ مسلمانوں کے امام بارہ ہوں گے۔ اس مضمون کی حدیثیں بکثرت کتب حدیث میں مذکور ہے جن پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ مشکوٰۃ باب مناقب قریش۔ سنن ابی داود ص ۵۸۸ جامع ترمذی ص ۲۶۹ صحیح بخاری کتاب الفتن باب الاستخلاف۔ صحیح مسلم جلد ۲ ص ۱۱۹ وغیرہ۔

ان حدیثوں میں حد مقرر کر دی گئی ہے کہ نبی پاکؐ کے خلیفے تعداد میں بارہ ہوں گے نہ گیارہ اور نہ تیرہ، یہ خلیفے دین کے ہادی اسلام کے رہنما خود ہدایت یافتہ ہوں گے امت کو ہدایت کریں گے، حق پر عمل کریں گے۔ دین کے حاکم اور سردار ہوں گے۔ پابند شریعت ہوں گے۔ (کنز العمال جلد ۶)

اہل اسلام ان بارہ خلفاء کی نشان دہی کریں کہ وہ کون ہیں؟ حضورؐ نے بارہ کے بارہ کو امام جانشین اور حاکم اسلام کہا ہے۔ یہ تفریق نہیں کی کہ کچھ دیندار ہوں گے اور کچھ دین سے ہٹے ہوئے ہوں گے۔ کچھ راشد اور کچھ غیر راشد۔

اس کا کیا مطلب ہے کہ پہلے چار خلفاء تک خلافت راشدہ رہی اور لبعد ازاں رُشد و ہدایت سے ہٹ کر غیر راشدہ بن گئی۔ کیا وہ خلافت رسولؐ ہے؟ جو غیر راشدہ ہے؟ کیا غیر راشد دین کے امام اور سردار ہو سکتے ہیں۔ غیر راشدہ کو خلیفہ کیوں کہتے ہو۔

اہل بیت رسولؐ سے بغض اور آل محمدؐ سے عناد نے لوگوں کو گمراہ کر دیا اور خلافت راشدہ و غیر راشدہ کی تفریق پیدا کر دی۔ جب بارہ کی تعداد پوری نہ ہو سکی۔ بنی امیہ و بنی عباس کے شاہان نے تخت حکومت پر داد عیش دی ظلم و ستم کا بازار گرم کر دیا اپنی حکومت کے تحفظ کے لئے ہزاروں بے گناہوں کو قتل کروا ڈالا۔ شریعت کو حسب منشا تبدیل کرتے رہے۔ خلافت کی قمیض انہیں پوری نہ آئی تو راشدہ اور غیر راشدہ کی تفریق پیدا کر دی۔

حضورؐ پاک کی ان حدیثوں سے کیوں گریز کرتے ہو جن میں حضورؐ پاک نے بارہ اماموں کے نام بھی بتا دیئے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

حضورؐ پاک نے امام حسین علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا "تم امام ابن امام ہو۔ حجّت ابن حجّت ہو۔ نو اماموں کے باپ ہو جن کا نواں امام مہدی ہو گا۔ مودة القربیٰ میرے کل بارہ وصی ہوں گے۔ پہلا علی اور آخری مہدی ہو گا۔" ینابیع المودة

جناب جابر بن عبداللہؓ نے رسول خدا سے اولی الامر کی تفصیل پوچھی تو فرمایا وہ اولی الامر

میرے بارہ خلیفہ ہیں۔ جو میرے بعد ہوں گے۔ پہلا علیؑ دوسرا حسنؑ تیسرا حسینؑ پھر علی ابن الحسین پھر محمد باقر پھر جعفر صادقؑ پھر موسیٰ کاظم پھر علی رضا پھر محمد تقی پھر حسن عسکری پھر محمد مہدی

(ینابیع المودۃ ص ۴۶۹، ص ۳۷۳ مناقب خوارزمی)

حضورؐ کی امت کے تہتر فرقے ہوں گے۔ جن میں سے ایک ناجی، بہتر ناری، جس فرقے کے امام بارہ ہوں گے اور وہ بارہ ہدایت یافتہ ہوں گے سچے ہادی اور سچے رہنما ہوں گے وہی فرقہ جہنم سے نجات پائے گا۔ اور جنت کا حق دار ہو گا۔

انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو سوائے شیعہ اثنا عشریہ کے کوئی فرقہ نہیں۔ جس کے امام بارہ ہوں اور سارے معصوم ہوں اولاد رسول سے ہوں اور ہر زمانہ میں ان کا امام رہا ہے۔ یہاں تک آج بھی اس فرقے کا امام موجود ہے اگرچہ نظروں سے غائب ہے۔ مگر اپنے وجودِ مبارک سے اپنا فیض جاری رکھے ہوئے ہے۔ اگر آج دوسرے فرقوں سے پوچھا جائے کہ آج تمہارا امام کون ہے جس کی معرفت واجب ہے اور اس کی اطاعت فرض ہے۔ اس کا جواب نفی میں دیں گے۔ مگر ہمارا جواب اثبات میں ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ہمارے امام اگرچہ موجود نہیں ان کی تعلیمات تو موجود ہیں۔ تو یہ قول بالکل باطل ہے۔ صرف تعلیمات کافی نہیں تعلیمات کے ساتھ معلّم باعمل کی ضرورت ہے۔ اگر صرف تعلیمات ہی کافی ہوتیں تو حضور پاک کی تعلیمات بھی تو موجود ہیں بارہ خلفا کی کیا ضرورت تھی۔

لہٰذا تینوں حدیثوں کے تطابق سے ثابت ہوتا ہے کہ فرقہ شیعہ ہی وہ فرقہ ہے جس کے امام معصوم ہیں اور رہبر دین، رہبر دنیا، رہبر آخرت اور رہبر جنت ہیں